

مفت اور لازمی حق تعلیم قانون وقف ایکٹ اور ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ
سے متعلق

تین اہم مضامین

تحریر دل پذیر

مقرر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی صاحب رحمانی دامت برکاتہم

سابق چیئرمن بہار لیجسلیٹیو کانسل

سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

کل ہند کنوینر آئینی حقوق بچاؤ تحریک

طابع و ناشر

آئینی حقوق بچاؤ تحریک شاخ مالیگاؤں

خانقاہ نقشبندیہ رحمانیہ

مسجد ہدایت الاسلام، بسم اللہ باغ

تفصیلات

کتاب کا نام : تین اہم مضامین
مصنف کا نام : حضرت مولانا سید محمد ولی صاحب رحمانی
مرتب کا نام : حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب
(خلیفہ و مجاز حضرت مولانا سید محمد ولی صاحب رحمانی)

تاریخ اشاعت : دسمبر ۲۰۱۱ء
تعداد اشاعت : گیارہ سو
طابع و ناشر : آئینی حقوق بچاؤ تحریک، مالیگاؤں
تعداد صفحات : ۲۴
کمپوزنگ : مفتی محمد اسحاق ملی

ملنے کے پتے

- (۱) خانقاہ رحمانی، مونگیر، بہار
- (۲) ریاستی دفتر برائے آئینی حقوق بچاؤ تحریک
خانقاہ نقشبندیہ رحمانیہ، مسجد ہدایت الاسلام، بسم اللہ باغ، مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹر
- (۳) ادارہ صوت الاسلام، اپنا سو پدمارکیٹ، جونا آگرہ روڈ، مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹر

Mob:08657226700

پیش لفظ

مسلمان اس ملک میں دوسری بڑی اکثریت ہیں ملک کی تعمیر و ترقی کا ہر خواب ان کے بغیر ادھورا ہے۔ آزاد ہندوستان کے تریٹھ سالوں میں مسلمانوں نے عظیم کارنامے انجام دئے ہیں ان سب کے باوجود یہ بھی تلخ سچائی ہے کہ آزادی کے بعد سے اب تک مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو پریشان کرنے اور ان کے مذہبی و اقلیتی حقوق سلب کرنے کی منظم کوششیں کی جاتی رہی ہیں۔ مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لئے ”قانونی راستہ“ بھی اختیار کیا جاتا رہا ہے ماضی میں کئی قوانین ایسے بنائے گئے جن کی براہ راست زدا اسلامی قوانین یا مسلمانوں کے حقوق پر پڑتی تھی۔ اکابر علماء اور مخلص مسلمانوں کی جدوجہد سے ان قوانین میں تبدیلی کروائی گئی اور خلاف شریعت و اقلیت مخالف حصوں کو حذف کر دیا گیا۔ اب پھر چار قوانین ایسے سامنے لائے گئے ہیں جن سے اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے حقوق غیر معمولی طریقے پر متاثر ہو رہے ہیں بلکہ ان میں سے ایک قانون (مفت اور لازمی حق تعلیم قانون) پورے ملک کے تعلیمی نظام اور تمام باشندگان ملک کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ ان چاروں قوانین کے چند بنیادی نقصانات یہ ہیں۔

(۱) **مفت اور لازمی حق تعلیم قانون:** یہ قانون ملک کی معیاری تعلیم کے خلاف ہے یہ قانون اقلیتی تعلیمی اداروں کو سخت نقصان پہنچانے والا ہے اس قانون کے نفاذ کے بعد بارہویں کلاس تک امتحان کا سلسلہ ختم ہو جائے گا پڑھنے والے طلباء کو کوئی سزا نہیں دی جاسکے گی اسکول کے آس پاس رہنے والے بچکیں فیصد طلباء کو اسکول میں داخلہ دینا ضروری ہوگا۔ اسکول کی انتظامیہ میں تین چوتھائی والدین یا گارجین ہونگے جن میں پچاس فیصد عورتیں ہوں گی اس ایکٹ میں صحت اور جسمانی تعلیم کو بھی رکھا گیا ہے جس کے ذریعے جنسی تعلیم کے نام پر بے حیائی اور جنسی انارک کے دروازے کھلیں گے۔ ان

تمام نقصانات کے علاوہ اس قانون کی براہ راست زدا دینی مدارس پر پڑے گی اور مدارس کو بند کرنا پڑے گا۔ (۲) **وقف جائداد کا قانون:** اس قانون کی بعض دفعات کی وجہ سے ہزاروں اوقاف جائدادیں (جو ہمارے آباء و اجداد نے تعلیمی، اصلاحی، رفاہی اور سماجی کاموں کے لئے وقف کی تھیں) حکومت کے قبضے میں ہیں یا بہت ہی کم کرایہ پر کسی کے استعمال میں ہیں۔ وقف ایکٹ ۲۰۱۰ء میں غیر رجسٹرڈ وقف کو عدالتی چارہ جوئی سے محروم قرار دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو وقف جائدادیں وقف بورڈ میں رجسٹرڈ نہ ہوں وہ عدالت کی نگاہ میں وقف نہیں مانی جائیں گی اور اس طرح ہزاروں وقف جائدادیں مسلمانوں کے ہاتھ سے چلی جائیں گی۔

(۳) **انکم ٹیکس کانا قانون** (زیر غور): یہ قانون مذہبی اور رفاہی اداروں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگا اور ہر طرز کے رضا کار اداروں، مذہبی تعلیم گاہوں اور اور عبادت گاہوں پر ٹیکس لگ جائے گا ظاہر بات ہے کہ غیر منافع بخش تعلیمی اداروں اور مذہبی عبادت گاہوں (مسجد، مندر، چرچ، گرو دوارہ، آتش کدہ) پر ٹیکس لگے گا تو غیر معمولی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(۴) **زرعی جائداد میں وراثت کا قانون:** یہ قانون یوپی سے متعلق ہے اور وہاں اس پر عمل جاری ہے کہ کسی شخص کے ترکہ میں اگر کاشت کی زمین ہو تو اس میں سے لڑکیوں کو حصہ نہیں ملے گا۔ یہ قانون شرعی قانون کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن کریم کی سورہ نساء میں واضح طریقے سے یہ بات کہی گئی ہے کہ ترکہ میں سے لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو حصہ دیا جائے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”مردوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے رشتہ دار چھوڑیں چاہے وہ چیز کم ہو یا زیادہ اور یہ حتمی حصہ ہے۔“ (سورہ نساء، آیت نمبر ۷) اس واضح قانون کے بعد یہ فیصلہ کرنا کہ کاشت کی زمین میں سے لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جائے گا اسلامی قانون کی خلاف ورزی ہے جو مسلمانوں کے لئے کسی بھی طرح قابل قبول نہیں۔

۲۶ نومبر ۲۰۱۱ء کو دہلی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی عاملہ کی میٹنگ منعقد ہوئی جس میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بچوں کے مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنے کا حق

R T E

مرکزی حکومت نے ہر ہندوستانی کو پڑھا لکھا بنانا چاہا ہے، اور اس مقصد کے لیے یکم اپریل ۲۰۱۰ء سے ملک میں جو قانون نافذ کیا گیا ہے، اس کا نام ہے ”بچوں کے مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنے کے حق کا قانون ۲۰۱۰ء“۔ جسے عام طور پر آر ٹی ای R T E کہتے ہیں، ہر ہندوستانی پڑھا لکھا، تہذیب یافتہ اور اپنے حق کو پانے والا اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والا بن جائے، اس ارادہ سے نہ صرف اتفاق کرنا چاہئے، بلکہ اس کی بھرپور تائید و حمایت کرنی چاہئے، اسی لیے مرکزی حکومت کے اس نیک ارادہ کو پورے ملک میں پسند کیا گیا، اور ہر ایک حلقہ نے اس کی تائید کی۔

اس قانون کو مرکزی حکومت نے کچھ اس انداز سے پیش کیا ہے، جیسے یہ مستقبل کے ہندوستان کے ہر درد کا مداوا اور ہر مرض کا علاج ہو۔ اس لیے لوگوں نے عام طور پر قانون دیکھے، پڑھے اور سمجھے بغیر اس کی زبردست تائید کی، اور جب میں نے اس قانون کے نتائج پر لکھا، میرے مضامین آئے، تو لوگوں نے ناک بھوں چڑھانا شروع کر دیا، اور یہ تصور دیا گیا کہ تعلیم کو ”عام انسان“ تک پہنچانے کی بھی مخالفت ہو رہی ہے! لیکن اب صورتحال بدل رہی ہے اور مرکزی حکومت کی وزارت فروغ انسانی وسائل نے ایکٹ پر جب گائڈ لائن (۲۳ نومبر ۲۰۱۰ء) جاری کیا، تو بات کھل گئی کہ اس قانون میں سب کچھ ٹھیک ٹھاک نہیں ہے۔

اب بھی ضرورت ہے کہ ”عام انسان“ قانون کو سمجھے، خاص طور پر بچوں کے مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنے کے حق کے قانون کی بنیادی غلطیوں پر غور کرے، ایسا کرنا اچھی تعلیم اور صحت مند جمہوری ملک کے لیے ضروری ہے، یوں بھی ہر باعزت اور باشعور ہندوستانی کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانون سمجھے

محترم ارکان عاملہ نے ان خلاف شریعت واقفیت مخالف قوانین کے سلسلے میں ملک گیر احتجاج کرنے اور رائے عامہ کو بیدار کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ اس تناظر میں کیا گیا کہ ان فیصلوں میں تبدیلی کروانے کی تمام کوششیں ناکامیاب ہو گئیں اور اب حکومت صرف وعدوں اور زبانی ہمدردی سے کام لیتے رہے۔ ملک گیر احتجاج کے فیصلے کے ساتھ ہی یہ بات بھی طے کی گئی کہ اس کی ذمہ داری مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی صاحب رحمانی (سکرٹری آل انڈیا مسلم پرنسپل لاء بورڈ و سجادہ نشین خانقاہ رحمانی، مونگیر، بہار) کو دی جائے۔ چنانچہ آپ کو آئینی حقوق بچاؤ تحریک کا کل ہند کنوینر مقرر کیا گیا۔ اس تحریک کی قیادت کے لئے سب سے موزوں نام پورے ملک میں آپ ہی کا ہو سکتا تھا۔ ذمہ داری قبول کرنے کے بعد حضرت مفکر اسلام نے پورے ملک میں تحریک کو سرگرم کرنے کی ہمہ جہت کوشش شروع کر دی۔ اس سلسلے میں آپ نے چند اہم اور موثر مضامین بھی تحریر فرمائے جو ان قوانین کے نقصانات کو پوری تفصیل سے واضح کرتے ہیں۔ ان مضامین کو پورے ملک کے کونے کونے میں پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ ان ہی مضامین کو افادۂ عام کی خاطر اس رسالے کی شکل میں شائع کرنے کی سعادت آئینی حقوق بچاؤ تحریک شاخ مالیگاؤں کو حاصل ہو رہی ہے۔ یہ مضامین اپنے موضوع سے متعلق کافی مواد فراہم کرتے ہیں اور پوری ملت اسلامیہ اور ملک کے باشندوں کے لئے ان قوانین میں موجود مضر پہلوؤں کو آشکارا کرتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ان مضامین کا مطالعہ ہر پڑھے لکھے ہندوستانی کے لئے مفید ہوگا اور اس رسالہ کا مطالعہ کرنے والے افراد پوری قوت کے ساتھ حکومت ہند سے یہ مطالبہ کریں گے کہ ان قوانین سے نقصان دہ حصوں کو حذف کیا جائے اور نفع رساں پہلوؤں کا اضافہ کر کے ان قوانین کو ملک کے لئے اور ملک میں بننے والے باشندوں بالخصوص (مسلمانوں) کے لئے مفید بنانے کی کوشش کی جائے۔

از قلم: محمد عمرین محفوظ رحمانی

کنوینر آئینی حقوق بچاؤ تحریک

30/12/11 بروز جمعہ

اور قانونی ڈھانچہ پر نگاہ رکھے، اس کے نتیجے میں وہ اپنے حق کو پانے کی کوشش کرے گا، اور اپنی ذمہ داریوں کو انجام دینے کے لیے تیار ہو سکے گا۔ یہ قانون RTE اور مرکزی حکومت کا جو ذہن ہے، اس کے نتیجے میں ملک میں تعلیم کی صورتحال آتیوالے برسوں میں کچھ ایسی ہو جائے گی، کہ:

(۱) پہلے چھ سے چودہ سال (اور اب تین سے اٹھارہ سال) تک کے ہر ہندوستانی کا حق ہے اور حکومت، مقامی ذمہ داران حکومت، والدین اور اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس عمر کے ہر بچہ/بچی کو پڑھائیں۔

(۲) اس عمر کے ہندوستانیوں کو کیا پڑھنا ہے؟ کس طرح پڑھنا ہے؟ کہاں پڑھنا ہے؟ اور کس سے پڑھنا ہے؟ یہ سب اس قانون میں واضح ہے۔

(۳) تعلیم گاہ (اسلمنٹری اسکول) میں کام کرنے والوں کی بحالی، بروٹنگی کا مستقل سسٹم ہوگا، اسکول کی انتظامی کٹی کی شکل و صورت بھی قانون میں طے ہے۔

(۴) ایسی ہر تعلیم گاہ میں پچیس فیصد بچے پڑوس کے لازم آہوں گے۔

(۵) کوئی بھی طالب علم بارہویں سے پہلے کسی امتحان میں فیل نہیں کیا جاسکتا! وہ اسکول نہ آئے تو پوچھا نہیں جاسکتا! وہ کچھ یاد نہ کرے، تو اس پر گرفت نہیں کی جاسکتی! یہ بنیادی ڈھانچہ ہے RTE کا۔ اب ذرا غور کیجئے کہ ہر بچہ/بچی کو لازماً اسلمنٹری ایجوکیشن حاصل کرنی ہے، اس کی پڑھائی کے لیے نصاب بھی طے ہے، پڑھائی کی جگہ (اسکول) بھی طے ہے، ماسٹر صاحب بھی طے ہیں، تو پھر مدرسہ کی تعلیم کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے؟ اور اگر والدین رسرپرستوں نے کسی بچہ/بچی کو مدرسہ میں داخل کر بھی دیا اور مولوی صاحب نے دینی تعلیم دی، تو وہ مجرم ہوں گے، طالب علم کی ایک درخواست پر مولوی صاحب جیل جائیں گے، اور مدرسہ پر جرمانہ ہوگا۔ اگر والدین نے اسلمنٹری ایجوکیشن حاصل کرنے میں بچوں پر رکاوٹ ڈالی تو وہ بھی مجرم قرار دیئے جائیں گے۔ ایسے میں ”مدرسہ اور مکتب“ کا نام لیے بغیر اس کے خاتمہ کا معقول انتظام اس

قانون میں موجود ہے!

اوپر دی ہوئی تفصیل کے نمبر ۳ پر غور کیجئے، اساتذہ اور اساتذہ کی بحالی کا مستقل سسٹم، انتظامی کٹی کے ممبران کی تفصیل بھی طے کر دی گئی، نصاب تعلیم بھی طے کر دیا گیا، تو آئین ہند نے اقلیتوں کو ”اپنی پسند کے ادارے بنانے اور چلانے کا جو بنیادی حق“ دفعہ ۲۹/۳۰ میں دیا ہے، ”وہ حق“ کس طرح ادا ہوگا۔؟ مثلاً اگر اقلیتی ادارہ یہ طے کرے کہ اس اسکول میں پڑھانے یا پڑھنے والے سب مرد ہوں، یا سب عورتیں یا سب لڑکیاں ہوں، تو یہ تازہ قانون رکاوٹ بنے گا، انتظامیہ کٹی میں اگر نئے قانون کے لحاظ سے متعین کنٹینگری کے مطابق نمائندے ممبر نہیں بنائے گئے، تو اسکول کو منظوری نہیں ملے گی۔

آئین ہند کی دفعہ ۳۰ میں ”پسند کے اداروں“ کے بنانے کا جو حق مانا گیا ہے، وہ اقلیتوں کو اس لیے دیا گیا ہے، تاکہ وہ اپنی پسند کے اداروں میں اپنی اقلیتی خصوصیات کو باقی رکھیں، ترقی دیں اور اگلی نسل کو واقف کراتے رہیں، اگر کوئی لسانی اقلیت ہے تو اس کا حق ہے کہ وہ اپنے ادارے بنائے اور اپنی زبان اور اپنے کچھ میں بچوں کو ماہر بنائے اور اگر مذہبی اقلیت ہے تو اسے حق ہے کہ وہ اپنی تعلیم گاہ میں اپنے پسندیدہ مذہب، تہذیب اور روایات کو بچوں میں منتقل کریں، یہ اقلیتی اسکولوں کا حق بھی ہے، اور ذمہ داری بھی۔ مگر آئین ہند کا یہ ماننا ہوا حق RTE کے نئے قانون کی رو سے پیچھے ہو جائے گا، اور افسران نئے قانون کے سہارے اقلیتی اداروں کی انتظامیہ اور اساتذہ کو تنگ کریں گے، جس کی شروعات بہار، یوپی، مدھیہ پردیش میں ہو چکی ہے۔

اب اوپر لکھے نمبر ۴ اور نمبر ۵ کو پھر دیکھ لیجئے۔ اگر کوئی بہت معیاری اسکول ہے، جہاں ٹیسٹ کے ذریعہ اونچی اور اچھی صلاحیت کے طلبہ کا داخلہ لیا جاتا ہے، تو وہاں بھی پچیس فیصد ”پڑوسی طلبہ“ داخل ہوں گے۔ ان پچیس فیصد طلبہ کا داخلہ لازماً ہوگا، جس کے لیے قانوناً کوئی ٹیسٹ نہیں ہو سکتا، یہ پچیس فیصد بے صلاحیت ”پڑوسی“ اچھے اور معیاری اسکول کی تعلیم کے معیار کو کتنا گرا دیں گے، اس کا اندازہ

وقف کے قانون کا اثر دار ہونا ضروری ہے!

اوقاف کی جائدادوں کی شکل میں ملت اسلامیہ کا قیمتی اجتماعی سرمایہ پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے، اگر ان جائدادوں سے بھرپور اور صحیح مصرف لیا جائے، تو نہ صرف مسلمانوں کی تعلیمی اور اقتصادی حالت بدل جائے گی، بلکہ پورے ملک کی تصویر پر اس کا گہرا اثر ہوگا، اس لیے مسلمانان ہند کے مذہبی اور سماجی نمائندوں نے ایسے نئے وقف ایکٹ کا برابر مطالبہ کیا ہے، جو مضبوط، اور اثر دار ہو، وقف کی جائداد سے غلط اور ناجائز قبضوں کو ہٹانے کی طاقت رکھنے والا ہو، اور وقف کی ترقی کا ذریعہ بن سکے، وقف کی جائدادوں سے ملت اسلامیہ کی صلاح و فلاح کا راستہ بن سکے، اور بہت سے ر کے پڑے اجتماعی کام انجام دیئے جاسکیں۔

صورتحال یہ ہے کہ وقف کی جائدادوں پر ناجائز قبضے ہیں، ان جائدادوں کو وقف بورڈ نے بیجا جو غلط ہے یا لابی مدت کے لیے لیز پر لگ دیا، جو قانون کے دائرہ سے باہر کی چیز ہے، یا کچھ زمینوں کے لیے ٹھہرنے اور کام کرنے کی اجازت دی گئی، اب لوگ ان پر برسوں سے قابض ہیں، انہیں خالی کرانے کی ساری ترکیبیں ناکامی تک پہنچتی ہیں، اور وہ ناجائز قبضہ والے وقف جائدادوں پر جے بیٹھے ہیں، انہیں خالی کرانے کے لیے طویل قانونی جنگ کرنا پڑتی ہے، اور اکثر حالات میں نتیجہ ناکامی کی شکل میں ہاتھ آتا ہے، صورتحال عام طور پر یہ ہے کہ جن جگہوں کا کرایہ کئی ہزار روپے ہونا چاہئے، وہاں دس، بیس، سو پچاس کرایہ ہے، اور کرایہ داری کے جو قوانین ہیں ان کے پیش نظر قانوناً بھی کرایہ داروں کو ہٹانا بیحد مشکل ہے۔

صوبائی وقف بورڈوں کا نظم اتنا کمزور ہے، کہ وہاں عام طور پر اوقاف کی حفاظت اور

لگانا مشکل نہیں ہے! خود حکومت کے اسکولوں نوادے و دیالیا، سنٹرل اسکول، آرمی اسکول، نیوی اسکول اور مختلف صوبوں میں حکومت کے کھولے ہوئے بہت معیاری اسکول کا تعلیمی ڈپلن ان پچیس فیصد مہمانوں کے آنے کے بعد کیسے باقی رہے گا؟

اور جب امتحان دیئے بغیر پاس کرنا ہے، اور بارہویں کلاس تک ترقی ملتی ہی رہے گی، تو پڑھنے، یاد کرنے اور آگے بڑھنے کا جذبہ کس طرح بیدار ہوگا؟ مقابلہ کا مزاج کیسے بنے گا؟ جب استاذ یہ بھی پوچھ نہیں سکتا کہ ”حضور! کل کلاس میں آپ کیوں نہیں آئے تھے“۔ آپ نے سبق یاد نہیں کیا، وجہ کیا ہے؟ یا یہ کہ پچھلے ایک ماہ سے آپ نے اسکول آنے کی زحمت گوارہ نہیں کی، کوئی خاص مجبوری تھی؟ تو پھر تعلیم کیا ہوگی، اور شوقین بچوں کا شوق بھی کس طرح جاگتا رہے گا..... امتحان میں فیل کرنے کا کوئی حق کسی بچے یا اکڑامین کو قانوناً نہیں ہے۔ ایسی صورتحال میں بارہویں تک پہنچنے والے طلبہ کی کیسی لیاقت ہوگی، سمجھا جاسکتا ہے۔

اس لیے میری رائے یہ ہے کہ یہ قانون مدرسہ مخالفت، اقلیتی اسکول مخالفت اور معیاری تعلیم مخالفت ہے، جو علمی امتیاز اور مقام ہندوستان نے عالمی سطح پر بنایا ہے، یہ قانون اس کے خاتمہ اور ایلمنٹری ایجوکیشن کے دردناک زوال کا ذریعہ ہوگا، اس لیے ہر مسلمان اور ہر ہندوستانی کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانون کے متعلق اپنی ناپسندیدگی ظاہر کرے اور مرکزی حکومت سے قانون میں مناسب ترمیم کا مطالبہ کرے۔!

☆.....☆.....☆

ترقی کے لیے پروگرام بنانا تو دور کی بات ہے، دفتر کو کارگزار بنائے رکھنا، ریکارڈ کو محفوظ رکھنا، اسٹاف کو تنخواہ دینا بھی وقت پر نہیں ہوتا، ایسی حالت میں ”کوئی اقدام“ اور وقت بورڈ سے کسی بہتری کی توقع نہیں کی جاسکتی پھر وقت بورڈوں کی تشکیل کا قانون کچھ ایسا ہے، کہ وہ ارباب اقتدار اور حکمران جماعت کا نمائندہ بورڈ کا ممبر اور چیرمین ہو جاتا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ وقت بورڈ صوبائی حکومت کے رحم و کرم پر رہتا ہے، اور حکومتیں بوقت ضرورت اور زائد از ضرورت اس کا استعمال کرتی ہیں، مثلاً چند برسوں قبل دہلی شہر میں دس ایکڑ زمین دہلی وقت بورڈ نے حکومت کے حوالہ کر دیا اور اس پر ملینیم پارک بن گیا، اور عمارت بھی حکومت نے اس پر تعمیر کرا دی، جو بودھ تہذیب کی نمائندگی کرتی ہے۔

وقت ایکٹ کو اتنا مستحکم تو ہونا ہی چاہئے کہ وہ کم از کم خود اپنی حفاظت کر سکے، مگر جو ایکٹ ابھی ہے، اور جو آئین والا ہے وہ کچھ ایسا ہے کہ وقت بورڈ متعلق صوبہ کے وزیر اعلیٰ کے رحم و کرم پر تشکیل پاتا ہے، اور جب وزیر اعلیٰ صاحب تھوڑا سا بھی ناراض ہوتے ہیں، تو وقت بورڈ توڑ دیا جاتا ہے، (سپر سیڈ کرنے کے واقعات بہت عام ہیں) اور بورڈ کے سارے اختیارات کسی اسپیشل افسر کے حوالہ کر دیئے جاتے ہیں، جو تخت جگر جان پدر قسم کے ہوتے ہیں، پھر وقت بورڈ اور وقت کی جائدادوں کے ساتھ وہ ہوتا ہے، جو کبھی نہیں ہونا چاہئے، صورتحال یہ ہے کہ بعض صوبوں میں وقت بورڈ کو برسوں تک ایک سال بھی چلنے نہیں دیا گیا، اور وقت بورڈ کی تشکیل ہوتی رہی اور اسے توڑنے اور سپر سیڈ کر نیکاسلہ جاری رہا۔

حکومت نے وقت بورڈوں کے ذریعہ وقت کے انتظام اور اہتمام کو اپنے قابو میں کر لیا، اور پھر اوقاف سیاسی اداروں کی مرضی کی تکمیل کا ذریعہ بنتے رہے، ابھی تک اوقاف کا سروے اکثر و بیشتر صوبہ میں نہیں ہوا ہے، نامکمل اندراج نے سنگین مسائل پیدا کیے ہیں۔ موجودہ وقت ترمیمی بل (جوراجیہ سمٹھ میں زیر غور ہے) میں اسی وقت اندراج کے لیے وقت رجسٹریشن کا

لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور قانون کے لفظوں کا رخ یہ ہے، جو وقت رجسٹرڈ (درج شدہ) نہیں ہوں گے، انہیں عدالت میں اپنے دفاع یا چارہ جوئی کا حق نہیں ہوگا، یعنی صرف وہی وقت عدالتوں کی نظروں میں وقت ہوں گے جو وقت بورڈ کے رجسٹر میں درج (رجسٹرڈ) ہوں، اگر کوئی سود و سوسال پرانی مسجد ہے، وہ وقت بورڈ میں درج نہیں ہے، تو اس مسجد کی عدالت کی نظر میں کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے، اگر کسی نے اس کو توڑ ڈالا تو اس نے ایک ساموہک بھون (اجتماعی عمارت) کو توڑا ہے، اللہ کے گھر کو نہیں!

ہمارے صوبائی وقت بورڈ آزادی کی نصف صدی گزرنے کے بعد بھی اوقاف کو درج کرنے کا کام پورا نہ کر سکے، مرکزی حکومت کی حوصلہ افزائی اور مدد کے باوجود دفتر کو کمپیوٹرائزڈ نہیں کر سکے، ان سے یہ توقع کرنا کہ وہ رجسٹریشن کا کام دو تین سال میں کر لیں گے۔۔۔ آزاد ہو سکتی ہے عملاً ایسا ہونی والا نہیں ہے، اس لیے مسلم پرسنل لاء بورڈ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ رجسٹریشن کا کام ہو اور جاری رہے، جب جس وقت کی خبر ملے تحقیق کے بعد اسے رجسٹرڈ کر لیا جائے، جو جائداد وقت ہو گئی، وہ بہر حال وقت ہے، وقت رہے گی، چاہے حکومت کے ریکارڈ میں اسے وقت بتایا گیا ہو یا نہیں۔۔۔ نیا وقت ایکٹ (زیر غور) یہ بتاتا ہے کہ وقت بورڈ کے رجسٹریشن کے بعد بھی اگر حکومت کے ریکارڈ میں وہ جائداد وقت نہیں ہے، تو قانوناً ریونیور ریکارڈ کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ اسی طرح جو وقت کی جائداد وقت بورڈ میں رجسٹرڈ نہیں ہے، وہ بھی وقت ہے، اور اس کا استعمال اس کے وقت ہونے کی تائید کرتا ہے، سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ میں استعمال کے ذریعہ وقت ہونے کو مانا ہے، جس کے لیے Waqf by use کا لفظ فیصلہ میں لکھا ہوا ہے، اسی طرح سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ بھی ہے کہ ایک بار جو چیز وقت ہو گئی وہ ہمیشہ وقت ہی رہے گی۔۔۔ ایسی حالت میں وقت کے ثبوت کے لیے رجسٹریشن کی شرط لگانا (جیسا کہ نئے زیر غور وقت ایکٹ کے مسودہ میں ہے) نہ شرعاً درست ہے، اور نہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے

مطابقت ہے، اس لیے یہ مسودہ قانون وقت کے معاملات کو الجھانے والا ہے، اس سے گتھیاں سلجھیں گی نہیں۔ مسلم پرنس لا بورڈ کی رائے ہے کہ ایکٹ پر غور کرتے وقت سپریم کورٹ کے فیصلہ کو بھی سامنے رکھنا چاہئے۔

مسلم پرنس لا بورڈ کا یہ بھی ماننا ہے کہ اگر کوئی وقت رجسٹرڈ (اندراج) نہ ہو سکا، تو یہ وقت کرنیوالے یا اس کے منتظم اور وقت بورڈ کے افسروں اور اسٹاف کی غلطی ہو سکتی ہے، اس لیے انہیں سزا دینی چاہئے، وقت کی اصل حیثیت کو ختم یا کم کر کے اس سے فائدہ اٹھانیوالوں کو سزا دینا صحیح نہیں ہے! اور موجودہ زیر غور ایکٹ فائدہ اٹھانیوالوں کو سزا دینا چاہتا ہے، جبکہ قصور ان کا نہیں دوسروں کا ہے۔

زیر غور وقت ایکٹ میں اسی طرح کی کئی بنیادی غامیاں ہیں، جن میں تبدیلی ضروری ہے، اسی مقصد کے پیش نظر بورڈ نے کوشش کی اور یہ زیر غور قانون پارلیمنٹ کی سلیکٹ کمیٹی کے حوالہ کیا گیا جہاں وہ سولہ مہینوں سے زیر غور ہے۔ موجودہ زیر غور قانون میں اور بورڈ کے نقطہ نظر میں جو بنیادی فرق ہے، اس کی تفصیل یہ ہے:

وقت ایکٹ ۲۰۱۰ء میں کہا گیا:	مسلم پرنس لا بورڈ کا موقف:
(۱) وقت کی جائداد کے انخلاء کے لئے پبلک پریمیسز ایکٹ نافذ کرنے پر ایکٹ خاموش ہے	(۱) موقوفہ جائداد کو خالی کرانے کے لئے پبلک پریمیسز ایکٹ نافذ کیا جائے (تب ہی یہ ایکٹ موثر ہوگا)
(۲) ناجائز قبضہ اور متولی کی تعریف ادھوری ہے۔	(۲) بورڈ نے ناجائز قبضہ اور متولی کی جامع تعریف کی ہے۔
(۳) غیر رجسٹرڈ وقت عدالتی	(۳) رجسٹریشن ہونا چاہئے مگر

چارہ جوئی سے محروم

(الف) غیر رجسٹرڈ وقت عدالتی چارہ جوئی سے محروم نہ ہوں

(ب) جو جائدادیں وقت ہیں، جو ماضی میں وقت رہی ہیں اور جو مستقبل میں ہوں گی، ہر ایک کا رجسٹریشن برابر جاری رہے

(۴) غیر رجسٹرڈ وقت کے لئے وقت کمشنر اور متولی قصور وار نہیں

(۵) موقوفہ جائداد کا ہبہ یا فروخت ناممکن (۵) ہبہ نہیں ہونا چاہئے، مگر بہت ہی خاص حالات میں وقت کو فروخت کر کے مقاصد وقت اور منافع وقت کی حفاظت کی جائے۔

(۶) مسجد، مقبرہ، امام باڑہ، درگاہ، قبرستان کا اکوڑیشن ہو سکتا ہے (۶) اکوڑیشن سے مسجد، مقبرہ، امام باڑہ، درگاہ، قبرستان کو علیحدہ رکھا جائے۔

(۷) وقت بورڈ سے مسلم تنظیموں کی نمائندگی ختم۔ (۷) دو مشہور تنظیموں کے عہدہ داروں کو رکن بنایا جائے

(۸) وقت بورڈ میں ٹاؤن پلانر، بزنس مینجر اور ماہر زراعت کا نمائندہ ہو (۸) غیر ضروری ہے۔

(۹) وقت بورڈ کا ایک ممبر ڈپٹی سکرٹیر رینک کا ہو (۹) غیر ضروری ہے۔

(۱۰) غیر مسلم وقت نہیں کر سکتا۔ (۱۰) غیر مسلم وقت کر سکتا ہے۔

اور اب ڈائریکٹ ٹیکسیز کو ڈ

انکم ٹیکس کے قانون میں تبدیلی لائی جا رہی ہے، اور وزارت خزانہ حکومت ہند نے ایک مفصل مسودہ قانون مرتب کیا ہے، جو انکم ٹیکس کے موجودہ قانون کی جگہ ملک میں نافذ کیا جائیگا۔ اس مسودہ قانون کو واقعیت اور رائے عامہ جاننے کیلئے عام کر دیا گیا ہے، مرکزی حکومت کا اعلان تھا کہ یکم اپریل ۲۰۱۲ء سے یہ نیا قانون نافذ ہو جائیگا، اور اس سے قبل قانون سازی کے سارے مرحلے پورے کر لئے جائیں گے اندازہ ہے کہ اب اسے قانونی شکل دینے اور نافذ کرنے میں کچھ دیر لگے گی، وجہ یہ ہے کہ حکومت کا مرتب کیا ہوا یہ قانون ابھی پارلیمنٹ کی اسٹینڈنگ کمیٹی (فینانس) میں زیر غور ہے، کمیٹی ایک بار اپنی سفارشات پیش کریگی، تب انہیں قطعی شکل دیجائیگی اور پارلیمنٹ میں منظوری کیلئے پیش کیا جائیگا۔

پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں اس مسودہ قانون پر بحث ہوگی، تب کہیں نافذ کئے جائیں گے قانون کی پوری شکل و صورت نکھر کر سامنے آئے گی، اور دونوں ایوانوں سے منظوری کے بعد صدر جمہوریہ کی مہر توثیق لگے گی۔ اور موجودہ انکم ٹیکس قانون کی جگہ نیا قانون، ڈائریکٹ ٹیکسیز کو ڈ، ملک میں نافذ کیا جائیگا عام طور پر مالیات کے قانون میں پارلیمنٹ میں ترمیم نہیں ہوتی، سمجھا جاتا ہے کہ افسروں، ماہرین قانون اور خود پارلیمنٹ کی کمیٹی نے سارے گوشوں پر نگاہ ڈال لی ہے اور گہرے غور و فکر کے بعد اسے آخری شکل دی گئی ہے، اسلئے جو مالی مسودہ قانون (بل) حکومت پارلیمنٹ میں پیش کرتی ہے۔ وہ کسی فرق اور تبدیلی کے بغیر منظور کر لیا جاتا ہے، اور وہی نافذ ہوتا ہے مگر ۱۹۸۴ء میں جب انکم ٹیکس کے قانون میں ترمیم ہوئی تھی، اور مذہبی اداروں کی آمدنی پر لازمی سود کے ملنے کی راہ نکالی گئی تھی، ساتھ ہی مذہبی اداروں کی آمدنی پر ٹیکس لگانے کا بھی فیصلہ کیا گیا تھا، تو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس تجویز کو غلط قرار دیا تھا، اور اس کے خلاف بروقت بھرپور جدوجہد کی تھی۔ اس زمانہ میں بورڈ کے جنرل سکرٹری

۱۱) وقت سروے کا کام ان اوقات پر شرعی قانون اور سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے ہوگا، جو ایکٹ کے نفاذ کے وقت وقت کی شکل میں ہوں۔

۱۲) واقع اور وقت علی الاولاد کی تعریف غیر واضح

۱۳) اوقافی جائداد میں ریونیور ریکارڈ بنیادی ہوں گے۔

۱۴) اوقافی جائداد میں وقت رجسٹر کی حیثیت بنیادی ہوگی، ریونیور ریکارڈ اسی لحاظ سے درست کئے جائیں، اس لیے کہ وقت جائداد کو سروے ریکارڈ میں عام طور پر سرکاری کارندے سرکاری زمین یا اسی طرح کی کوئی چیز لکھ دیتے ہیں۔ جس طرح بعض صوبوں میں قبرستان کو کبیر

۱۲) واضح تعریف ہونی چاہئے۔

۱۳) اوقافی جائداد میں وقت رجسٹر کی حیثیت بنیادی ہوگی، ریونیور ریکارڈ اسی لحاظ سے درست کئے جائیں، اس لیے کہ وقت جائداد کو سروے ریکارڈ میں عام طور پر سرکاری کارندے سرکاری زمین یا اسی طرح کی کوئی چیز لکھ دیتے ہیں۔ جس طرح بعض صوبوں میں قبرستان کو کبیر

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے سلیکٹ کمیٹی کے سامنے تین بار اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے اور اب کمیٹی کی رپورٹ آخری شکل لینے والی ہے، پھر اسے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظور ہونا ہے، مسلم پرسنل لا بورڈ چاہتا ہے کہ قانون ساز اداروں اور حکومت پر اپنا موقف متحکم رہے، اور رائے عامہ بیدار رہے۔ اسی جذبہ اور ارادہ کے تحت آئینی حقوق بچاؤ تحریک مسلم پرسنل لا بورڈ منظم کر رہا ہے۔

حضرت مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کئی قسطوں میں ہفتوں دلی میں مقیم رہے، بورڈ کے قائدین بالخصوص حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی صاحب اور محترم جناب ڈاکٹر یوسف نجم الدین صاحب، اور دوسرے ذمہ دار اسکے لئے فکر مند اور مستعد رہے، آخر کار انکم ٹیکس کے مجوزہ قانون میں کئی بنیادی تبدیلیاں کی گئیں اور مذہبی اداروں پر لازمی سود اور انکم ٹیکس کے نفاذ کی راہوں کو حکومت ہند نے بند کر دیا۔

اب پھر انکم ٹیکس کے نئے قانون کی آمد آمد ہے، ساتھ ہی فکرمندوں میں دو دوسرے قوانین کا بھی تذکرہ رہا ہے، سنٹرل وقت ایکٹ کا، بچوں کے مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنے کے حق RTE کا جس میں اب انکم ٹیکس سے متعلق قانون کا اضافہ ہو چکا ہے وقت قانون جیسا کچھ لوک بھاسے منظور ہو کر راجیہ بھاسے منظور ہو نیوالا تھا، اسمبل وقت کے لئے زیادہ بہتر انتظامات اور قانونی تحفظات نہیں تھے، مسلم پرنس لاء بورڈ اور ملی جماعتوں اور شخصیتوں کی کاوشوں کے نتیجے میں اب یہ بل راجیہ بھاسے کی سیلکٹ کمیٹی میں زیر غور ہے، اور کمیٹی کے سامنے دو بار مسلم پرنس لاء بورڈ کے نمائندے اپنا نقطہ نظر تحریری اور زبانی طور پر پیش کر چکے ہیں، امید ہے کہ کوئی موثر اور زیادہ نفع بخش قانون بن سکے گا، جو اوقاف کی حفاظت، وقتی جائیداد پر غلط قبضہ کے خاتمہ، اور اوقاف کی ترقی کا ذریعہ بنے گا!

دوسرا قانون RTE (بچوں کے مفت اور لازمی حصول تعلیم کا حق) ہے۔ کہا جاتا ہے، یہ بڑا انقلابی قانون ہے، میری بہت سوچنی سمجھی رائے ہے کہ یہ قانون ملک میں تعلیم کے معیار کو نیچے لے جائیگا، اور طلبہ کی بہت بڑی کھیپ بے صلاحیت ڈگری یافتہ ہوتی چلی جائیگی، اسکے علاوہ RTE کے مکمل نفاذ کے بعد مدارس کو زندہ رکھا جاسکتا ہے، اور نہ دستور ہند میں اقلیتوں کو تعلیمی اداروں کے بنانے اور چلانے کے بنیادی حق (دفعہ ۳۰) سے عملاً فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، یہ RTE ایسا قانون ہے جسکے کانٹوں میں الجھ کر ہماری نئی نسل رہ جائیگی اور اقلیتیں خاص طور پر مسلمان ”قانون خوردہ“ ہو کر کراہتے رہ جائینگے! اور عملاً بنیادی حق کی دفعہ ۳۰ بے معنی ہو کر رہ جائیگی۔

انکم ٹیکس کا زیر غور قانون (ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ) بھی مذہبی اور رفاہی اداروں کیلئے بڑا

پریشان کن ہے، اگر یہ مسودہ قانون (ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ) موجودہ شکل میں پارلیمنٹ سے پاس ہو گیا، تو غیر تجارتی تعلیمی اداروں کیلئے نقصان دہ ہو سکتا ہے اور ہر طرز کے رضا کار ادارے، مذہبی تعلیمی ادارے اور عبادت گاہیں بھی اس کی زد میں آسکتی ہیں اس مسودہ قانون میں عوامی مذہبی Public Religious اداروں پر ٹیکس نہیں لگانے کی دفعہ موجود ہے، شاید اسی دفعہ کی وجہ سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ مسجدوں پر ٹیکس نہیں لگے گا، یہ سمجھ لینا بڑی بھول ہوگی کہ مسجد، مندر، چرچ، گرو دوارہ اور آتشکدہ ”عوامی مذہبی ادارے“ ہیں۔ اسلئے ان پر اور ان کی آمدنی پر انکم ٹیکس نہیں لگے گا بیشک مسجد، مندر اور ساری عبادت گاہیں عوامی مذہبی ادارے ہیں مگر ہمیں اپنے اندازے سے قانون کی تشریح نہیں کرنی چاہئے، قانون کی وہی تشریح معتبر ہوگی جسکی وضاحت قانون میں موجود ہے، اور اس وضاحت کو سامنے رکھتے تو مندر مسجد، چرچ، گرو دوارہ اور آتشکدہ سب پر انکم ٹیکس کی ادائیگی ضروری ہوگی، ساتھ ہی مدارس، یتیم خانے، اور رفاہی تعلیمی اور دینی ادارے، سب پر ٹیکس لگے گا۔

بلاشبہ اس زیر غور قانون کی اگر موجودہ شکل و صورت برقرار رہی، تو مندر، مسجد، چرچ، گرو دوارہ اور آتشکدہ سب ہی اسکی زد میں آسکتے ہیں، مگر مسلمانوں کو اسلئے زیادہ فکر ہونی چاہئے، کہ برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر ہمیں ستایا جاتا رہا ہے، کبھی اقتدار کا غلط استعمال کر کے، کبھی قانون کا سہارا لیکر، اور کبھی لاقانونیت کے ڈنڈے سے! اسلئے ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ کا مطالعہ کرنا چاہئے، اس کو سمجھنا چاہئے، اور اظہار رائے کی صلاحیت کا استعمال کرنا چاہئے۔ کسی غلط فہمی اور خوش فہمی میں آئے بغیر زندگی کا ثبوت دینا چاہئے، واقعہ یہ ہے کہ مشکل نئی قانون سازی کی وجہ سے بڑھ رہی ہے جسکا نقصان ہر مذہبی اکائی کو ہو سکتا ہے۔ اسلئے ممکنہ زخم رسیدہ مذہبی اکائیوں سے تعاون لیا جائے، تو مشکل آسان ہوگی۔ انشاء اللہ

یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ مسجدیں عوامی مذہبی ادارے public religious institution ہیں، اور غیر نفع بخش ادارہ non-profit organization کے زمرہ میں تو ہیں ہی عام حالات، بول چال کی زبان اور واقعہ کے لحاظ سے یقیناً مسجدیں عوامی مذہبی اور غیر نفع بخش ادارے ہیں، نہ وہ

(iii) it is established for the benefit of the general public or for the benefit of the Scheduled Castes, the Scheduled Tribes, backward classes, women or children;

(۳) جسے جنرل پبلک کے فائدہ کیلئے بنایا گیا ہو۔ یا پھر شیڈولڈ کاسٹس، شیڈولڈ ٹرائبس، بیک ورڈ کلاسز، عورتوں اور بچوں کو فائدہ پہنچانے کیلئے بنایا گیا ہو۔

(iv) it is established for carrying on charitable activities;

(۴) اسے رفاہی کاموں کیلئے بنایا گیا ہو۔

(v) it is not established for the benefit of any of its members;

(۵) اس ادارہ کو اپنے کسی ممبر کے فائدہ کیلئے نہ بنایا گیا ہو۔

(vi) it actually carries on the charitable activities during the financial year;

(۶) تازہ مالی سال میں رفاہی کاموں کی انجام دہی کرتا ہو۔ (یعنی رواں مالی سال میں ہی اپنی آمدنی کا بہت بڑا خرچ کر دیتا ہو)

(vii) the actual beneficiaries of its activities are the general public, the Scheduled Castes, the Scheduled Tribes, backward classes, or women or children; and

(۷) اس ادارہ سے فائدہ اٹھانے والے عام لوگ، شیڈولڈ کاسٹس، شیڈولڈ ٹرائبس، بیک ورڈ کلاسز، عورتیں اور بچے ہوں۔

ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ کی دفعہ ۱۶۹ واضح ہے، اور اس سے ”کسی مخصوص مذہب کے ماننے والوں“ کی عبادت گاہ کو ٹیکس کے زمرہ میں شامل رکھا گیا ہے، اسلئے مسجدوں، عید گاہوں، قبرستانوں، امام باڑوں، یا مندروں، چرچوں، گرو دواروں، آتشکدوں پر بھی انکم ٹیکس لگانے کی پوری گنجائش موجود

تجارت کیلئے بنائی جاتی ہیں۔ نہ ان سے مالی منفعت وابستہ ہوتا ہے، اور نہ مالی منفعت کا تصور کیا جاسکتا ہے، مگر یہ ”عام سمجھ“ ہے، قانون کے دائرہ کی جب بات ہوگی، تو قانون کے الفاظ ہی کام کرینگے، ”عام سمجھ“ نہیں ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ کا معاملہ بھی یہی ہے، اس قانون میں جو کچھ لکھا ہے، وہی لاگو ہوگا، ہماری اپنی سمجھ چاہے اسے پسند کرے یا نہ کرے! اس کوڈ میں بلاشبہ ”غیر نفع بخش اداروں“ کی علیحدہ حیثیت ہے، اور اس کوڈ میں ان پر انکم ٹیکس لگانے کی تجویز نہیں ہے۔

اس لئے قانون کے لحاظ سے جائزہ لینا ضروری ہے کہ مسجدیں، امام باڑے، قبرستان، عید گاہ، مندر، چرچ، گرو دوارے، عوامی مذہبی ادارے Public Religious Institution ہیں یا نہیں.....؟ یہ زیر غور مسودہ قانون وضاحت کرتا ہے کہ ان عوامی مذہبی اداروں پر انکم ٹیکس نہیں لگے گا، جو ”غیر نفع بخش“ non-profit organization ہوں اور ”غیر نفع بخش“ ادارے کون کون سے ہیں؟ ایکٹ میں اسکا جواب موجود ہے کہ جو ادارے کسی ایک ”ذات“ یا ”ایک مذہب“ کے ماننے والوں کیلئے ہیں، وہ ”غیر نفع بخش اداروں“ کے زمرہ میں نہیں آتے یعنی ان پر انکم ٹیکس لگے گا۔ مجوزہ کوڈ کی دفعہ ۱۶۹ میں یہ صراحت تفصیل کے ساتھ لکھی ہے، الفاظ یہ ہیں:

(169) "non-profit organization" means an organization, by whatever name called, including a trust, if-

(دفعہ ۱۶۹) لفظ ”نان پرافٹ آرگنائزیشن“ (غیر نفع بخش ادارے) کا مطلب ہے ایسے ادارے، چاہے انکا جو بھی نام ہو، ان ٹرسٹ پر مشتمل ہوں گے جو.....

(i) it is not established for the benefit of any particular caste or religious community;

(۱) جو کسی ایک ذات یا کسی ایک مذہب کے ماننے والوں کیلئے نہ بنایا گیا ہو۔

(ii) it does not provide any benefit for the members of any particular caste or religious community;

(۲) جو کسی خاص ذات یا خاص مذہب کے ماننے والوں کو خصوصی سہولت نہ دیتے ہوں۔

ہے اس کوڈ میں اور بھی کئی دفعات کی تبدیلی ضروری ہے۔

اسی لئے آل انڈیا مسلم پرنسپل لاء بورڈ نے اسے ناقابل قبول اور ترمیم و تبدیلی کے قابل قرار دیا ہے، بورڈ کی اپیل ہے کہ مستقبل میں پیش آئیوالے خطرات و مشکلات کے حل نکلنے پورے معاملہ کو خطبات جمعہ، علماء کرام کی تقریروں، پروگراموں اور آپس کی میٹنگوں کے ذریعہ دوسرے بھائیوں کو آگاہ کیا جائے اور اس قانون کے خلاف مشترکہ آواز بلند کیجائے، ساتھ ہی ملک میں آباد دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو بتایا جائے کہ یہ مسئلہ ہر مذہب والے کی مقدسات اور عبادت گاہوں کا ہے، اور انہیں بھی ساتھ لیکر تحریک کو مضبوط کیا جائے اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کی مدد فرمائے۔ (آمین)

براہ کرم دلچسپی لیں، اور بورڈ کے صدر دفتر کو اپنے مکمل پتے، فون نمبر، موبائل نمبر، ای میل نمبر سے واقف کر نیکی زحمت کریں۔

والسلام

محمد ولی رحمانی

۸ دسمبر ۲۰۱۱ء

☆ سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مولنیر ☆ کنویر آئینی حقوق بچاؤ تحریک، آل انڈیا مسلم پرنسپل لاء بورڈ
رابطہ کا پتہ:

ALL INDIA MUSLIM PERSONAL LAW BOARD

76 A/1, Main Market, Okhla Village

Jamia Nagar, New Delhi - 110025 (India)

Ph: +91-11-26322991, Telefax: +91-11-26314784

E-mail: aimplboard@gmail.com

☆.....☆.....☆

بروز منگل بتاریخ ۲۰ دسمبر ۲۰۱۱ء بعد نماز عشاء اسحاق منشی ٹاؤن ہال نیا پورہ مالیگاؤں میں آئینی حقوق بچاؤ تحریک کی جانب سے ایک خصوصی اجلاس منعقد کیا گیا جس میں شہر مالیگاؤں کی مساجد کے ائمہ، علماء، وکلاء، ٹیچرس، مختلف تنظیموں کے ذمہ داران اور سرکردہ افراد کو مدعو کیا گیا۔ اس خصوصی اجلاس کی صدارت حضرت مولانا عبدالاحد ازہری صاحب (رکن تائیمی آل انڈیا مسلم پرنسپل لاء بورڈ) نے فرمائی۔ مالیگاؤں کے منتخب علماء کرام نے اس اجلاس سے خطاب کیا۔ اس خصوصی تاریخی اجلاس کے آخر میں متفقہ طور پر درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں۔

تجویز نمبر ۱:

مفت اور لازمی حق تعلیم قانون سے مدارس اور اقلیتی تعلیمی اداروں کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔
یہ قانون ملک کی معیاری تعلیم کے خلاف ہے یہ قانون اقلیتی تعلیمی اداروں کو سخت نقصان پہنچانے والا ہے اس قانون کے نفاذ کے بعد بارہویں کلاس تک امتحان کا سلسلہ ختم ہو جائے گا پڑھنے والے طلباء کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی اسکول کے آس پاس رہنے والے بچیں فیصد طلباء کو اسکول میں داخلہ دینا ضروری ہوگا۔ اسکول کی انتظامیہ میں تین چوتھائی والدین یا گارین ہو گئے جن میں پچاس فیصد عورتیں ہوں گی اس ایکٹ میں صحت اور جسمانی تعلیم کو بھی رکھا گیا ہے جس کے ذریعے منشی تعلیم کے نام پر بے حیائی اور منشی انارک کے کے دروازے کھلیں گے۔ ان تمام نقصانات کے علاوہ اس قانون کی براہ راست زد دینی مدارس پر پڑے گی اور مدارس کو بند کرنا پڑے گا۔ ہم حکومت ہند سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مفت اور لازمی حق تعلیم قانون میں اس طرح ترمیم کرے جس سے ملک کی معیاری تعلیم کی حفاظت ہو سکے۔ مدارس اسلامیہ (جو ملک کی جنگ آزادی میں شریک رہے ہیں اور وطن عزیز کے عظیم خدمت گزار تعلیمی مراکز ہیں) مکمل طور پر آزادی کے ساتھ خدمات انجام دے سکیں اور آئین ہند میں اقلیتوں کو دیا گیا حق باقی رہے اور اس کے سایے میں اقلیتیں بالخصوص مسلمان اپنے تعلیمی ادارے اہتمام کے ساتھ چلا سکیں۔

تجویز نمبر ۲:

مضبوط مستحکم اور اوقات جائیدادوں کو محفوظ رکھنے والا وقت ایکٹ نافذ کیا جائے۔

اس قانون کی بعض دفعات کی وجہ سے ہزاروں اوقات جائیدادیں (جو ہمارے آباء و اجداد نے تعلیمی، اصلاحی، رفاہی اور سماجی کاموں کے لئے وقف کی تھیں) حکومت کے قبضے میں یا بہت ہی کم کرایہ پر کسی کے استعمال میں ہیں۔ وقت ایکٹ ۲۰۱۰ء میں غیر رجسٹرڈ وقت کو عدالتی چارہ جوئی سے محروم قرار دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو وقت جائیدادیں وقت بورڈ میں رجسٹرڈ نہ ہوں وہ عدالت کی نگاہ میں وقت نہیں مانی جائیں گی اور اس طرح ہزاروں وقت جائیدادیں مسلمانوں کے ہاتھ سے چلی جائیں گی۔ اسلام کی ہدایت کے مطابق جو جائیداد وقف کردی گئی وہ قیامت تک وقف رہے گی۔ اس کے وقف ہونے کی حیثیت کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ پیریم کورٹ نے بھی وقف کے متعلق یہی فیصلہ کیا ہے۔ لہذا ہم حکومت ہند سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ایسا وقت ایکٹ بنائے جس کے ذریعے وقف جائیدادوں کی حفاظت ہو اور جن وقت جائیدادوں پر ناجائز قبضے ہیں ان پر موجود قبضے کو ختم کر کے مقاصد وقف میں انہیں استعمال کرنے کی سہولت فراہم ہو سکے۔ پورے ملک میں بکھری ہوئی ہزاروں وقت جائیدادیں اگر ایمانداری کے ساتھ مسلمانوں کو دے دی جائیں تو ان کے بہت سارے تعلیمی، ملی اور سماجی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اس لئے اس سلسلے میں حکومت کو ادارہ باب حکومت کو فوری توجہ دینی چاہئے اور کسی بھی نال منول کے بغیر وقف جائیدادیں مسلمانوں کے حوالے کرنی چاہئے۔

تجویز نمبر ۳:

ڈائریکٹ ٹیکسیز کو ڈس سے غیر منافع بخش تعلیمی اداروں اور مذہبی عبادت گاہوں کو

مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

انکم ٹیکس کے قانون میں تبدیلی لائی جا رہی ہے اور نیا قانون ڈائریکٹ ٹیکسیز کو ڈس کے نام سے تیار کیا گیا ہے جو ابھی زیر غور ہے۔ یہ قانون ملک کے مذہبی اور رفاہی اداروں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگا اور ہر طرز کے رضا کار اداروں، مذہبی تعلیم گاہوں اور عبادت گاہوں پر ٹیکس لگ جانے کا ظاہر بات ہے

کہ غیر منافع بخش تعلیمی اداروں اور مذہبی عبادت گاہوں (مسجد، مندر، چرچ، گرو دوارہ، آتش کدہ) پر ٹیکس لگے گا تو غیر معمولی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہم حکومت سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اس قانون سے رضا کار تعلیمی اداروں بالخصوص مدارس اسلامیہ اور مکاتب دینیہ کو اور مذہبی عبادت گاہوں بالخصوص مساجد کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

تجویز نمبر ۴:

یوپی میں زرعی جائیداد میں عورتوں کو حصہ دیا جائے۔

شرعی قانون میں وراثت کے متعلق واضح ہدایت موجود ہے قرآن کریم کی سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ نے وراثت کے قوانین تفصیل سے بیان فرمائے ہیں ان ہی قوانین کے پیش نظر مسلمانوں میں وراثت تقسیم ہوتی ہے شرعی قانون کے مطابق ترکے میں مردوں اور عورتوں دونوں کا حصہ ہے اور قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں ہر ایک کے حصے کی ادائیگی فرض ہے۔ یوپی میں ایک قانون زرعی جائیداد میں حق وراثت کے سلسلے میں بنایا اور نافذ کیا گیا ہے جس کی رو سے کاشت کی زمین میں سے عورتوں کو حصہ نہیں دیا جاتا۔ یہ قانون شرعی قانون سے ٹکراتا ہے اور قرآنی ہدایت کے بالکل خلاف ہے اس لئے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ یوپی میں نافذ شدہ اس قانون سے مسلمانوں کو مستثنیٰ قرار دیا جائے اور اسلامی قانون کے مطابق کاشت کی زمینوں سے بھی عورتوں کو حصہ دیا جائے۔